پلٹ آئیے قرآن کی طرف۔۔۔

تلاوتِ تراویح کے مفاہیم

تراویح نمبر ۱

پروفیسر ڈاکٹر حبیب اللہ چشتی

دعا سینٹر
فیملی وکمیونٹی ڈویلپمنٹ پروگرام

السنہ فاؤنڈیشن

AL SUNNAH FOUNDATION
السنہ فاؤنڈیشن
آگہی کا سفر تکمیل کے جذبوں سے ہمکنار

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں۔ اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کیلئے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے، ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسے میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے، سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں، سو بار رلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں، کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

انتساب

راکبانِ دوش مصطفیٰ ﷺ

سیدنا امام حسنؓ

اور

سیدنا امام حسینؓ

کے حضور نذرانہ عقیدت

اس امید کے ساتھ کہ

؎ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

محمد حبیب اللہ چشتی

۲۷ شوال ۱۴۴۰ھ بمطابق ۳۰ جون ۲۰۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آں کتاب زندہ قرآنِ حکیم

اللہ رب العزت نے اس کائناتِ رنگ و بو میں ہوا، پانی، روشنی اور دیگر انگنت نعمتوں کے ذریعے انسان کی نہ صرف مادی ضروریات کا انتظام فرمایا بلکہ مقدس کتابوں اور صحیفوں کے ساتھ انبیاء و رسل کو بھیج کر بنی نوع انسان کی دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات کا اہتمام بھی فرمایا۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ گزشتہ تمام کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہ رہ سکی لیکن یہ سعادت صرف امت مسلمہ کو حاصل ہے کہ ان کی مقدس کتاب قرآن مجید چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی محفوظ اور مکمل حالت میں موجود ہے۔ نزولِ قرآن سے آج تک اس کی ہزاروں آیات میں سے کسی ایک آیت میں بھی کسی قسم کی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے خود اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ لیا جبکہ باقی کتب میں سے کسی کتاب کو الہامی حفاظت کا یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا۔

قرآن کریم ہمارے پاس آج بھی ویسے ہی موجود ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے کاتبینِ وحی کو لکھوایا، صحابہ کرامؓ نے اسے حفظ کر کے اپنے سینوں میں محفوظ کیا،

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں اس کو کتابی شکل میں یکجا کروایا اور حضرت عثمان غنیؓ نے قریش کے رسم الخط کے مطابق اس کی نقول تیار کروا کر اسلامی مملکت کے گورنروں کو بھیجیں۔

قرآن کتاب ثواب ہی نہیں کتاب انقلاب بھی ہے۔ یہ ایسی انقلاب آفریں کتاب ہے جسے پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے بعد افراد و اقوام کی زندگیوں میں ہمیشہ مثبت اور خوشگوار تبدیلی آئی ہے۔ اس کی آیات بینات کی تلاوت سے نہ صرف اجر و ثواب ملتا ہے بلکہ ان پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت میں حقیقی کامیابی بھی نصیب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب رشد و ہدایت پر محض ایمان لانے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ اس میں تفکر و تدبر کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔ تاکہ حقائق و معارف سے بھرپور اس کتاب میں غور و فکر کی وجہ سے جب کسی پر معانی و مفاہیم منکشف ہوں تو وہ اس پر عمل پیرا ہو کر دنیوی اور اخروی سعادتیں سمیٹ لے۔

جس طرح دنیا بھر میں قرآن مجید سے زیادہ پڑھی جانے والی کوئی اور کتاب نہیں ہے، اسی طرح اس سے زیادہ تشریحات اور تفسیریں بھی کسی اور کتاب کی نہیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار سے لے کر آج تک قرآن حکیم کی تشریح و تفسیر جاری و ساری ہے اور قیام قیامت تک جاری رہے گی۔ ہر عہد میں قرآن فہمی کو آسان سے آسان تر بنانے کے لیے قرآن کریم کے تراجم و تفاسیر دنیا کی مختلف زبانوں میں لکھے گئے ہیں تاکہ لوگ قرآنی تعلیمات و احکامات کو باآسانی سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔ بلاشبہ اللہ رب العزت کی توفیق ان خوش نصیبوں

کے شامل حال ہوتی ہے جو ترجمہ، تشریح اور تفسیر کے ذریعے قرآن کریم کی خدمت کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد وحید بنا لیتے ہیں۔

صدارتی ایوارڈ یافتہ اور درجنوں کتابوں کے مصنف پروفیسر ڈاکٹر حبیب اللہ چشتی کا شمار بھی ان خوش نصیبوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں قرآنی تعلیمات کے فروغ کے لیے وقف کر دیں۔ زیر نظر کتاب ''تلاوتِ تراویح کے مفاہیم'' موصوف نے اس مقصد کے پیش نظر تحریر کی ہے کہ جو لوگ بوجوہ بڑی بڑی تفاسیر کا مطالعہ نہیں کر سکتے، انہیں مختصر وقت میں اختصار کے ساتھ قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات سے آگاہی حاصل ہو جائے۔ اس گرانقدر کتاب کو اگر قرآنی تعلیمات اور احکامات کا خلاصہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قرآنی تعلیمات کو قرآنی ترتیب کے مطابق آسان پیرائے میں بیان کیا گیا ہے تا کہ ہر خاص و عام ان سے استفادہ کر سکے۔ اس میں قرآن کریم کی تمام سورتوں کا خلاصہ انتہائی مختصر تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس کو پڑھ کر قاری اس سورت کے جملہ موضوعات و مضامین سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ قرآنی سورتوں کے اس خلاصے میں بنیادی تعلیمات کے بیان کے ساتھ ساتھ تشریح طلب امور کی انتہائی اختصار کے ساتھ موزوں وضاحت بھی کی گئی ہے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس سے نہ صرف درس قرآن دینے والے علماء و ائمہ کرام استفادہ کر سکتے ہیں بلکہ اسے تراویح میں تلاوت کی جانے والی آیات کے خلاصے کے طور پر بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ یعنی مختصر اور جامع انداز میں

قرآنی تعلیمات پر مشتمل اس کتاب کے مطالعے سے مختصر ترین وقت میں سورتوں کے مضامین ومفاہیم اور احکام ومسائل سے آگہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اخلاص وللّٰہیت پر مبنی قرآن فہمی کی اس قابل قدر کاوش کو اپنی مقدس بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے اس کے مرتب، السنۃ فاؤنڈیشن اور اس کے معاونین کے لیے خیر و برکت کا باعث بنائے اور اس کتاب کو امت کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

پیر محمد اسلم شہزاد قادری
یکم جنوری 2020

سوئے منزل

اللہ تعالیٰ نے انسانی رشد و ہدایت کیلئے جو وحی کا اہتمام فرمایا قرآن مجید اسکی آخری اور حتمی شکل ہے یہ انسان کیلئے ایک خدائی ہدایت نامہ ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان دارین کی سعادتیں بھی سمیٹ سکتا ہے اور دونوں جہانوں کی کامیابیاں بھی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ محبوب ازلی کا اپنے بندوں کے نام ایک محبت بھرا خط ہے جس میں انسان کو کامیاب زندگی کے سربستہ راز بھی بتائے گئے ہیں اور محبوب مطلق کی بارگاہ تک رسائی کے اسرار ورموز بھی۔

یہی وہ کتاب لاریب ہے جس کا دیکھنا سعادت، پڑھنا عبادت اور سمجھنا کمالِ ایمان کی علامت ہے۔ یہی وہ کتابِ ہدایت ہے جس کی ایک آیت کا سیکھنا دنیا و مافیہا کے ملنے سے بہتر ہے (الحدیث) اس کتابِ انقلاب کے ساتھ ایک زندہ تعلق رکھنا یوں تو ہر مسلمان کے ایمان کی پکار ہے جس کا واضح تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان ہر وقت ہی اس کے فہم میں کوشاں رہے لیکن رمضان المبارک چونکہ مہینہ ہی نزولِ قرآن کا ہے اور رمضان کی تمام برکتوں کا سبب ہی یہ ہے کہ اس ماہِ مبارک میں قرآن مجید نازل ہوا۔ اس لیے دین میں ایسا اہتمام کر دیا گیا کہ ایک مسلمان کا قرآن کے ساتھ تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے نماز تراویح اس تعلق کا مظہرِ اتم ہے تراویح میں قرآن مجید کا پڑھنا اور سننا بلاشبہ بہت بڑی سعادت ہے لیکن قرآن مجید کے انسان کیلئے خدائی ہدایت نامہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان نمازِ تراویح میں کی گئی

تلاوت کے مفہوم سے بھی آگاہ ہو، تا کہ وہ قرآنی احکامات کو جان کر ان پر عمل پیرا ہونے کی سعادت اس حد تک حاصل کر لے کہ اس کا وجود قرآنی تعلیمات کا علامتی نشان بن جائے۔

ے یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(اقبالؒ)

بہت سی مساجد میں اسی سوچ کا عکس نظر آتا ہے اور نمازِ تراویح کے بعد تلاوت شدہ آیات کے اہم مضامین بیان کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے اور مختلف طریقوں سے تلاوتِ تراویح کا مفہوم بیان کرنے کی سعیِ حسن کی جاتی ہے۔

بندہ ناچیز کی یہ کاوش بھی اسی سلسلہ ذھبیہ کی ایک کڑی ہے جس میں ہر تراویح کی تلاوت کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ چیدہ چیدہ آیات کا مفہوم نہیں بلکہ مجموعی آیات کا مفہوم ہے، نہ اتنا مختصر کہ مفہوم پردہ اجمال میں چلا جائے اور نہ اتنا مفصل کہ ایک نشست میں اسے پڑھنا یا سننا مشکل محسوس ہو۔ مقصود صرف یہ ہے کہ لوگ تلاوتِ تراویح کے مفہوم سے واقف ہونے کی سعادت بھی حاصل کر سکیں اور ہر تراویح کا مفہوم یکساں طوالت کا حامل ہے۔ اگر اسے نمازِ تراویح سے پہلے یا بعد میں یا کسی بھی نماز کے بعد پڑھا جائے یا پڑھ کر لوگوں کو سنا دیا جائے تو یہ فہمِ قرآن کی ایک بہت حسین صورت ہوگی۔

میں اپنے تمام دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کاوش کی طرف

میری توجہ دلائی اور مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔ میں خصوصی طور پر اپنے دیرینہ کرم فرما علامہ پیر محمد اسلم شہزاد قادری صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی اور مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔ اس کتاب کی یہ دلربا اور دیدہ زیب طباعت بھی انہیں کی مرہونِ منت ہے۔ پیر صاحب قبلہ متعدد حوالوں سے دین کی گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ خدمتِ خلق بھی بڑے وسیع منصوبوں پر کر رہے ہیں، مخلوق کو یادِ الٰہی کی غذا بھی دے رہے ہیں اور متعدد طریقوں سے خلقِ خدا کی رشد و ہدایت کا سامان کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی جملہ مساعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ان کے خیر کے ان کاموں میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

قارئین کرام سے میری التماس ہے کہ مجھے اس کتاب کے متعلق اپنی قیمتی آراء سے نوازیں تاکہ قرآن مجید کی یہ خدمت مزید نکھر جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے تصدق سے اسے اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرمائے اور اسکی طباعت کا اہتمام کرنے پر قبلہ پیر محمد اسلم شہزاد قادری صاحب اور ان کے احباب کو دارین کی برکتیں نصیب فرمائے اور ان کے قائم کردہ ادارے السنہ فاؤنڈیشن کو مزید ترقی نصیب فرمائے اور ہم سب کو اپنے شایانِ شان اجر عطا فرمائے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۔

محتاجِ دعا

محمد حبیب اللہ چشتی

۳۰ شوال ۱۴۳۰ھ / ۴ جولائی ۲۰۱۹ء

تراویح نمبر ۱

سورۃ فاتحہ

سورۃ البقرہ۔ رکوع ۱ تا ۲۱

؎ قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار
جو حرف 'قل العفو' میں پوشیدہ ہے اب تک!
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

فہرست تراویح نمبر ۱

سورۃ الفاتحہ

- اسماء سورۃ الفاتحہ
- بسم اللہ کی فضیلت
- مطالب سورۃ الفاتحہ
- عبادت واستعانت کا مفہوم

سورۃ البقرہ

- ماننے اور نہ ماننے کے اعتبار سے لوگوں کی تقسیم
- دعوت ایمان
- بنی اسرائیل سے خطاب
- واقعہ سبت وذبح بقرۃ
- ذوقی دین کی ممانعت
- جادو کی پیروی کی مذمت
- یہود کی خبث باطنی کا اظہار
- حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ
- تحویل قبلہ
- اہل ایمان سے خطاب
- عقیدہ توحید کا اثبات

پہلی تراویح

یہ سورۃ البقرہ کے پہلے ۲۱ رکوعوں پر مشتمل ہے۔ ان آیات طیبات کا مفہوم درج ذیل ہے۔ یہ مکی سورت ہے اور مکی سورتیں ان سورتوں کو کہا جاتا ہے جو ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہوں۔ یعنی مکی اور مدنی سورتوں میں تفریق مقام کے اعتبار سے نہیں کی جاتی بلکہ وقت کے اعتبار سے کی جاتی ہے۔ سورۃ فاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے۔ یہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے تو پہلی سورت ہے ہی، نزول کے اعتبار سے بھی یہ قرآن مجید کی سب سے پہلے مکمل نازل ہونے والی پہلی سورت ہے یعنی اس سے پہلے بعض سورتوں کی چند آیات تو نازل ہوئی ہیں لیکن قرآن مجید کی جو سورت سب سے پہلے مکمل طور پر نازل ہوئی وہ بھی سورۃ الفاتحہ ہی ہے یعنی اس سورہ مبارکہ کو ترتیب توقیفی کی اوّلیت کے شرف کے ساتھ ساتھ ترتیب نزولی کی اوّلیت کا شرف بھی حاصل ہے۔

اسماء سورۃ الفاتحہ:

الفاتحہ کا لفظی معنی کسی چیز کو کھولنا ہوتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ وہ سورت ہے جو قرآنی علوم و معارف کے دروازے کھولتی ہے۔ اس میں انتہائی اختصار اور پوری جامعیت کے ساتھ قرآن کریم کی مکمل تعلیمات کو بیان کر دیا گیا ہے۔ چونکہ قرآنی تعلیمات کا مقصود تین چیزیں ہیں: توحید، رسالت اور آخرت۔ انہی کو دین کے اصول ثلاثہ کہا جاتا ہے۔ اسی مفہوم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس سورۃ مبارکہ کو اساس

القرآن، اُمّ الکتاب یا اساس الکتاب بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ سورہ مبارکہ تمام قرآنی تعلیمات کی اصل ہے۔ یہ سورہ مبارکہ روحانی بیماریوں کی شفاء ہونے کے ساتھ جسمانی بیماریوں کیلئے بھی شفاء ہے۔ اس لیے اس کا ایک نام سورۃ الشافیہ بھی ہے کہ یہ سورت شفاء دینے والی ہے۔ اس کی صفات کے متعدد ہونے کے اعتبار سے اس کے متعدد نام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا خزانہ ہے، اس لیے اس کا ایک نام الکافیہ بھی ہے۔ اسی طرح اس کی صفات کے متعدد ہونے کے سبب اس کے نام بھی متعدد ہیں۔

بسم اللہ کی فضیلت:

دیگر سورتوں کی طرح اس سورہ مبارکہ سے پہلے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوتی ہے۔ بسم اللہ سورۃ الفاتحہ یا کسی بھی اور سورت کا جز یعنی اس کی پہلی آیت نہیں ہے۔ یہ صرف سورۃ النمل کی ایک آیت کا جز ہے۔ سورت کے شروع میں یہ صرف دو سورتوں میں فرق کرنے کیلئے اور برکت کیلئے نازل ہوتی تھی۔ ہر کام سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہت برکت کا سبب ہے۔ جب کوئی بھی کام بغیر بسم اللہ کے شروع کیا جائے تو وہ دُم کٹا اور بے برکت ہوتا ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ کے پیٹ میں درد ہوا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اسے ختم کرنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فلاں بوٹی کھاؤ۔ انھوں نے کھائی تو درد ختم ہوگیا، بعد میں ایک مرتبہ پھر درد ہوا تو حضرت موسیٰؑ نے پھر وہی بوٹی کھائی تو درد اور زیادہ ہوگیا۔ تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ پہلے یہی بوٹی کھائی تو درد رُک گیا اب

کھائی تو درد بڑھ گیا، یہ کیا معاملہ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے تم نے میرے حُکم سے کھائی تھی اور اب اپنی مرضی سے کھائی ہے۔ ’أما علمت ان الدنیا کلها سم قاتل وتریا مها اسمی‘ (تفسیر کبیر:۱/۱۶۷)’’کہ کیا آپ جانتے نہیں کہ تمام دنیا ایک زہر ہے اور تریاق تو میرا نام ہے۔‘‘ اس سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ ایک قبرستان کے پاس سے گزرے، آپ نے دیکھا کہ ایک مردے کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے، واپسی پر آپ نے دیکھا کہ وہی مردہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے لُطف اندوز ہو رہا ہے اور فرشتے اسے نور کے طبق پیش کر رہے ہیں۔ آپکے پوچھنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بندہ بڑا گنہگار تھا اس لیے اسے قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا پیدا ہوا۔ جب وہ پڑھنے کی عمر کو پہنچا تو وہ مکتب میں گیا اور استاد نے اسے ’بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم‘ پڑھائی، ’فاستحییت من عبدی ان اعذبه بناری فی بطن الارض و ولده یذکر اسمی علی وجه الارض‘ (تفسیر کبیر:۱/۱۷۲ ’’تو مجھے اپنے بندے سے حیاء آئی کہ میں اسے زمین کے اندر آگ کا عذاب دوں جبکہ اس کا بیٹا زمین کے اوپر میرے نام کا ذکر کر رہا ہو۔‘‘ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ’بسم اللّٰه‘ کی کیا اہمیت وفضیلت ہے۔

مطالب سورة فاتحہ:

سورۃ فاتحہ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے ہی مستحق حمد ہونے سے ہوتی ہے۔ فرمایا: تمام حمد اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ حمد کسی کی ایسی خوبی کو کہتے ہیں جو اس کی ذاتی ہو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس میں جو بھی خوبی اور کمال پایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی عطا کردہ ہوتا ہے اور ذاتی خوبی اور کمال تو صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اس لیے حمد بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ اس میں انسان کو یہ درس دے دیا گیا کہ وہ اسباب کے پردے میں اُلجھ کر نہ رہ جائے۔ بلکہ دنیا میں جہاں بھی کوئی کمال دیکھے اسے اللہ تعالیٰ کا ہی کمال سمجھے کیونکہ ہر کمال عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے مستحق حمد ہونے پر دو دلیلیں دیں کہ وہ بے حد رحم فرمانے والا ہے اور ہمیشہ رحم فرماتا ہے تو انسان پر لازم ہے کہ وہ جس ذات کی رحمت کے دستر خوان پر پلتا ہے اسی کی تعریف وتوصیف کرے۔ پھر فرمایا کہ وہی قیامت کے دن کا مالک ہے یعنی آج کوئی اس کی بادشاہی کو مانتا ہے کوئی نہیں مانتا، لیکن قیامت کے دن کسی کو مجالِ انکار نہیں رہے گی اور ہر کوئی مان لے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی بادشاہ حقیقی ہے۔ تو انسان دنیا میں جس کی رحمتوں کے صدقے جیتا ہے اور آخرت میں جس کے کرم کے صدقے اس کی بخشش ہوگی تو انسان پر لازم ہے کہ وہ اسی رب کی حمد کے گیت گائے اور اسی کی تعریف وتوصیف کرے۔

عبادت واستعانت کا مفہوم:

پھر انسان کو تعلیم دی گئی کہ وہ کہے 'ایاك نعبد و ایاك نستعین' کہ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ یہ انسانی جذبات کو ایک عملی شکل دے دی گئی کہ جب انسان نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا پروردگار، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین ہے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ محبت ہوئی تو اسے بتایا گیا کہ ان تمام محبتوں کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اسی سے مدد مانگی جائے۔ عبادت اس عاجزی کو کہتے ہیں جو کسی کو معبود مان کر اس کے سامنے کی جائے۔ اگر بغیر معبود مانے کسی کے سامنے عاجزی کی جائے تو اسے تعظیم وتکریم کہا جاتا ہے اور 'ایاك نستعین' سے مراد یہ ہے کہ انسان کو یقین کامل ہو کہ اگر مجھے ڈاکٹر سے بھی شفاء ملی ہے تو ڈاکٹر تو صرف ذریعہ ہے اصل شفاء دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے یعنی مشکلات میں انسان کی حقیقی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر مرکوز رہے اور وہ اسباب پر اعتماد نہ کرے۔ مقربین الٰہی سے استعانت اس کے منافی نہیں ہے۔

کیونکہ وہ صرف سبب ہیں، حقیقی مستعان اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے اور ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کی تقسیم بے معنی ہے۔ اگر کسی بندے نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر کوئی مجھے پانی کا ایک گلاس بھی دے سکتا ہے تو وہ مشرک ہوگا۔ لیکن اگر کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ دیتا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور مقربین الٰہی صرف اس کا ذریعہ ہیں اور وہ مقربین سے استعانت کرے تو یہ عین توحید ہوگی۔ پھر انسان کو تعلیم دی گئی

کہ وہ اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم مانگتا رہے اور یہ وہی راستہ ہے جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹا اور وہ گمراہ ہو گئے۔ تو صراطِ مستقیم کی اس دعا کے ساتھ سورہ مبارکہ اختتام پذیر ہوئی۔

سورۃ فاتحہ کے متعلق ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے بندے کے درمیان تقسیم کرلیا ہے۔ جب بندہ کہتا ہے 'الحمد للّٰہ رب العلمین' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی۔ بندہ کہتا ہے 'الرّحمٰن الرحیم' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی۔ بندہ کہتا ہے 'مالک یوم الدین' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ بندہ کہتا ہے 'ایاك نعبد و ایاك نستعین' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کیلئے وہی ہے جو اس نے مانگا۔ بندہ کہتا ہے 'اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'فھولاء لعبدی و لعبدی ما سأل' (صحیح مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ)'' کہ یہ سب کچھ میرے بندے کیلئے ہے اور میرے بندے کیلئے وہی ہے جس کا اس نے سوال کیا۔

سورۃ البقرہ:

سورۃ البقرہ مدنی سورت ہے۔ اس سورۃ مبارکہ کا مرکزی مضمون یہود کی

سرکشی کو بیان کرنا، ان پر دین کی حقیقت واضح کرنا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا ہے۔ چونکہ اس سورہ مبارکہ کا مرکزی مضمون اور مدار یہود کی سرکشی کو بیان کرنا ہے اور اس سورت میں بیان کردہ گائے کو ذبح کرنیکا واقعہ ان کی سرکشی کا نقطہ عروج ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مقتول کو زندہ ہوتے دیکھا لیکن پھر بھی اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے اس لیے اس واقعہ کو ان کی سرکشی کا علامتی نشان بیان بناتے ہوئے اس سورہ مبارکہ کا نام ہی البقرہ رکھ دیا گیا۔ اس سورہ مبارکہ کا ماقبل سورت سے ربط یہ ہے کہ اس میں جس صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی دعا مانگی گئی تھی پورا قرآن اسی دعا کا جواب ہے اور اس سورہ مبارکہ میں واضح فرما دیا گیا کہ صراط مستقیم یہود کی طرح سرکشی، مفاد پرستی اور انا پرستی کا راستہ نہیں بلکہ یہ تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے حضور سر تسلیم خم کر دینے کا نام ہے۔

ماننے اور نہ ماننے کے اعتبار سے لوگوں کی تقسیم:

قرآن کریم کے کتاب لاریب ہونے کے بیان کے بعد قرآن کریم کو ماننے یا نہ ماننے کے اعتبار سے لوگوں کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے اور یہ تقسیم بالکل واضح اور طبعی ہے کیونکہ جب بھی کوئی تحریک اُٹھتی ہے تو اسے ماننے یا نہ ماننے کے اعتبار سے لوگ تین قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ کچھ اسے مان لیتے ہیں، کچھ اس کا انکار کر دیتے ہیں اور کچھ درمیان رہنے کی پالیسی اختیار کرتے ہیں۔ اسی لحاظ سے قرآن کریم کو ماننے یا نہ ماننے کے اعتبار سے بھی لوگ تین قسموں میں تقسیم

ہو گئے۔ ماننے والے متقین کہلائے، نہ ماننے والے کافر اور درمیان میں رہنے والے منافق کہلائے۔ قرآن کریم کی ابتدا ان تینوں کی علامات کے تذکرہ سے ہوتی ہے، تاکہ لوگ اپنا محاسبہ کرتے رہیں۔ متقین کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنی عقل نارسا کے غلام نہیں بلکہ وحی کو مان کر غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور غیب وہ عالم ہے جو انسانی عقل اور حواس سے ماورا ہے۔ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور آخرت پر آخری حد تک یقین کرتے ہیں۔ اعمال دراصل ایمان کا ہی نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ کافر ضدی اور ہٹ دھرم لوگ ہیں۔ انھیں ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔ ایسے ضدی لوگ عذاب الٰہی کے مستحق ہیں۔ پھر منافقین کی یہ علامات بیان فرمائیں کہ وہ صرف زبانی دعویٰ ایمان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اہلِ ایمان کو اپنے خیال میں دھوکا دیتے ہیں۔ فسادی ہونے کے باوجود اصلاح پسند ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یعنی احساس گناہ سے بھی محروم ہیں۔ ایمان والوں سے ملیں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور کافروں سے ملیں تو اُن کے ساتھی ہونے کا یعنی وہ نہ مومن ہیں نہ اچھے انسان یہی لوگ تباہی کے گھاٹ اُتر گئے ہیں۔

دعوت ایمان:

ان تین گروہوں کے ذکر کے بعد پھر تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دی۔ پھر انفس و آفاق کے دلائل سے عبادت الٰہی کی ترغیب دی اور قرآنی صداقت کے بیان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی حقانیت کو واضح

فرمایا۔ پھر سرکشوں کے بُرے انجام اور اہلِ ایمان کے حسن انجام کا ذکر فرمایا تا کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کا ذوق پیدا ہو۔ پھر انسان کو بندگی الٰہی کی ترغیب دیتے ہوئے اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے پوری کائنات انسان کے فائدے کیلئے پیدا فرمائی تو اے انسان! تو اس کریم رب کی بندگی کیوں نہیں کرتا؟

پھر حضرت آدمؑ کی تخلیق کا ذکر فرمایا۔ ایک تو اس سے انسانی شرف کو واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات امرِ کن سے پیدا فرمائی لیکن اے انسان! اس کریم رب نے تجھے اپنی قدرت کے دونوں ہاتھوں سے پیدا فرمایا۔ تو تو اس رب کریم کی بندگی سے کیوں منہ موڑتا ہے اور اسی واقعہ کے تناظر میں ابلیس لعین کے تذکرہ سے یہ واضح فرما دیا کہ جیسے ابلیس نے محض حسد کی بناء پر حق سے انکار کر دیا تھا ایسے ہی یہود اور دیگر سرکش لوگ بھی صرف حسد کی بناء پر اسلام کا انکار کر رہے ہیں۔ جیسے ابلیس راندہ درگاہ ہو گیا تھا ایسے ہی اس کے راستے پر چلنے والے بھی ذلیل و رُسوا ہو جائیں گے۔

بنی اسرائیل سے خطاب:

بنی اسرائیل سے مراد حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہے۔ یہ لوگ مدینہ منورہ میں آباد تھے۔ اہلِ کتاب ہونے کے ناطے اہلِ علم تھے اور لوگ مذہبی معاملات میں انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کا اسلام قبول کرنا دیگر لوگوں کیلئے اسلام سے

اعراض کرنے کا سبب بن سکتا تھا اس لیے انھیں خصوصی طور پر خطاب فرمایا گیا۔ تو انہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی وفاداری کا وعدہ پورا کرو، اللہ تعالیٰ تمھیں سر بلند کرنے کا وعدہ پورا کرے گا یعنی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا وعدہ پورا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں سر بلند رکھنے کا وعدہ پورا کرے گا ورنہ ذلیل وُرسوا ہو جاؤ گے اور آیات الٰہی کو اپنے حقیر مفادات کیلیئے بیچتے نہ رہو۔ حق کو باطل کے پردوں میں نہ چھپاؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، انا پرستی کو چھوڑنے کیلیئے قوت ارادی سے کام لو اور نماز کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اپنے اوپر کی گئی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو کیونکہ اللہ کے حضور حاضری کا احساس ہر گناہ کو چھورنے کی بنیاد ہے۔ پھر انھیں اپنی نعمتیں یاد دلائیں کہ کس طرح تمھیں فرعون کی غلامی سے نجات دی۔ تمہارے لیے سمندر میں راستے بنا دیے۔ تمھاری ہدایت کیلیئے حضرت موسیٰؑ کو کتاب عطا فرمائی۔ تمھارا بچھڑا پُو جنے کا جُرم معاف کر دیا۔ تمھارے سروں پر بادلوں کا سایہ کیا۔ تمھارے لیے من وسلویٰ اُتارا۔ تمھارے لیے پتھر سے بارہ چشمے جاری کر دیئے۔ ان تمام نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے لیکن تم نے سرکشی کی راہ نہ چھوڑی تو تم پر ذلت مسلط کر دی گئی۔ یاد رکھو نجات کسی خاندان پر موقوف نہیں، ایمان اور اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔ اس لیے سرکشی کی راہ چھوڑ کر نجات کا راستہ اپناؤ۔

واقعہ سبت وذبح بقرہ:

پھر ان کی سرکشی کو واضح کرنے کیلیئے دو واقعات کو بیان فرمایا، پہلا واقعہ

سبت‘ ہے کہ انھیں کہا گیا تھا کہ تم نے ہفتے کے دن مچھلیوں کا شکار نہیں کرنا لیکن انھوں نے ایک حیلے سے اس حکم کا مذاق اُڑایا۔ وہ ہفتے کے دن مچھلیوں کو چھوٹی نالیوں میں روک لیتے اور اتوار کو پکڑ لیتے۔ اس جرم کے مرتکب لوگوں کو بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ دین میں حیلہ کر کے احکام کا مذاق اُڑانا اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔ پھر انھیں کہا گیا کہ گائے ذبح کر کے اس کا ایک حصہ مقتول کو مارو، وہ زندہ ہو کے اپنے قاتل کا بتائے گا۔ انھوں نے بے جا سوالات کرنے شروع کر دیئے کہ گائے کا رنگ کیسا ہو، اس کی عمر کتنی ہو وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان شرائط کی گائے انھوں نے بڑے مہنگے داموں خریدی۔ اس سے یہ واضح فرما دیا گیا کہ حُکمِ الٰہی میں بے جا سوالات کرنا بھی عبدیت کے تقاضوں کے خلاف ہے اور اس سے انسان پر بہت سی سختیاں ہو جاتی ہیں۔ تو انسان کو چاہیے کہ وہ فضول سوالات میں نہ اُلجھے، تعمیل حُکم میں لگا رہے۔

ذوقی دین کی ممانعت:

پھر آیت نمبر ۸۳ میں ان سے لیے گئے عہد کی تفصیل بیان فرمائی پھر اسکے بعد فرمایا کہ تم سے یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ تم نے آپس میں لڑائی نہیں کرنی اور اگر تمہارا کوئی بندہ کسی اور کے پاس قیدی ہو جائے تو اسے فدیہ دے کر چھُڑا لینا ہے لیکن تم لڑنے سے تو باز نہیں آتے کیونکہ تمہارا غصہ اور مفاد تمھیں اس کی اجازت نہیں دیتا لیکن تم اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھُڑا لاتے ہو کیونکہ اس سے تمہارے احساس

برتری کو تسکین ملتی ہے۔ یاد رکھو اپنے فائدے کی چیز کو مان لینا اور دوسری چیز کو نہ ماننا دین کے ساتھ مذاق ہے اور ایسا کرنے والا شخص دنیا اور آخرت میں ذلیل و رُسوا ہو جاتا ہے۔ پھر انھیں بتایا گیا کہ تم اس حُکم کو نہیں مانتے جو تمہاری خواہش کے خلاف ہو اور تم اس قدر خواہش پرست ہو کہ تم نے اپنی خواہش کی پیروی میں اس نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی انکار کر دیا جنکے وسیلے سے دعائیں مانگ کر تم اپنے دشمنوں پر فتح پاتے تھے۔ اگر تمھیں اپنے جنتی ہونے پر اتنا ہی یقین ہے تو موت کی تمنا کرو۔ لیکن تم ایسا نہیں کرو گے کیونکہ تمھیں اپنے جرائم کی خوب خبر ہے۔ لیکن تمھیں بھی ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہوگا اور وہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

جادو کی پیروی کی مذمت:

پھر واضح فرمایا کہ یہود اسلام کی دشمنی میں اس حد تک آگے چلے گئے ہیں کہ انھوں نے جبرئیلؑ امین سے محض اسلیے دشمنی کا اعلان کر دیا ہے کہ وہ وحی لاتے ہیں۔ حالانکہ جبرائیلؑ سے دشمنی تمام فرشتوں سے بھی دشمنی ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی کیونکہ ایمانیات میں جز کا انکار کل کا انکار ہی تصور ہوتا ہے۔ پھر یہ واضح فرمایا کہ یہود کا طریقہ یہ رہا ہے کہ انھوں نے وحی الٰہی سے انحراف کر کے جادو ٹونے کو اختیار کر لیا تھا اور حضرت سلیمانؑ پر بھی یہ تہمت لگا دی تھی کہ ان کی سلطنت بھی جادو پر قائم تھی۔ ان کا یہ الزام کُفر تھا۔ یہ تو جادو کے اتنے رسیا تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جادو کی حقیقت سے آگاہ کرنے کیلئے دو فرشتے ہاروت اور ماروت بابل شہر میں اُتارے تھے تاکہ وہ

لوگوں کو جادو کی حقیقت بتائیں اور لوگ جادو اور معجزہ میں فرق کر سکیں تو یہ ان سے جادو سیکھ کر اسے بُرے مقاصد کیلئے استعمال کرتے تھے اور میاں بیوی میں تفریق ڈال دیتے تھے۔ اس طرح انھوں نے بہت گھاٹے کا سودا کیا۔ کاش! یہ اپنے نقصان کو جان لیتے۔

یہود کے خبث باطنی کا اظہار:

پھر آیت نمبر ۱۰۴ سے یہود کے خبث باطنی کے بعض مظاہر کو بیان فرمایا کہ وہ بارگاہِ نبوت میں بیٹھ کر الفاظ کو بگاڑ کے اپنی خیانت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ ہر ایسی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان بھی اسلام کو چھوڑ دیں۔ کبھی نسخ پر اعتراض کر کے شک پیدا کرنا چاہتے ہیں اور کبھی مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ویسے ہی عجیب وغریب سوال کریں جیسے انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے کیے تھے۔ یہ سب ان کے حسد کا اظہار ہے۔ اہلِ ایمان کو چاہیے کہ وہ ان سے اعراض کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔ یہود و نصاریٰ تو صرف اسلام دشمنی میں اکٹھے ہو گئے ہیں۔ ورنہ یہ آپس میں ایک دوسرے کو کچھ نہیں سمجھتے۔

پھر واضح فرمایا کہ مشرکین بھی انہی کے طریقے پر چلے ہوئے ہیں حالانکہ انھوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھر سے کسی کو روکنا سب سے بڑا ظلم ہے۔ ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی اولاد مان لی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا مالک ہے اور اولاد کا ہونا اس کی عظمت کے منافی اور

عیب ہے۔ پھر یہود کو ان کا عہد یاد دلایا اور قیامت سے ڈرایا کیونکہ اللہ کے حضور حاضری کا عقیدہ ہی انسان کو ہر گناہ سے بچاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ:

آیت نمبر ۱۲۴ سے حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ فرمایا کیونکہ اہلِ کتاب بھی انہی کی ملت کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے تھے اور مشرکین بھی۔ تو واضح فرمادیا کہ یہ لوگ تو اپنی خواہشات اور مفادات کے غلام ہیں۔ جبکہ حضرت ابراہیمؑ تو عبدیت کے ہر امتحان میں کامیاب ہونے والے اور ظالموں سے لاتعلقی کا اظہار کرنے والے تھے۔ انھوں نے تو بیت اللہ کو پاک وصاف کیا تھا جبکہ ان لوگوں نے اسے بُتوں سے بھر دیا ہے اور حضرت ابراہیمؑ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی دعا مانگی تھی جبکہ یہ لوگ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔ جس دین کی دعوت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے رہے اسی دین کے مبلغ حضرت ابراہیمؑ تھے اور اسی دین پر قائم رہنے کی حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو وصیّت فرمائی تھی۔ پھر یہود کے اس زعم باطل کو توڑا گیا کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں اور ہر عظمت ہمارے لیے ہی ہے۔ تو فرمایا وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی اور تم ایک جماعت ہو، وہ اپنے اعمال کے جوابدہ ہیں اور تم اپنے اعمال کے۔ اس لیے 'پدرم سلطان بود' کی راگنی نہ الاپتے رہو، اپنی جوابدہی کا احساس پیدا کرو۔

تحویل قبلہ:

پھر آیت نمبر ۱۴۲ سے تحویل قبلہ کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی لیکن آپکی خواہش تھی کہ میرا قبلہ بیت اللہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ حالتِ نماز میں جب اسی نیت سے آپ نے اپنا رُخ انور بار بار آسمان کی طرف اُٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم آپ کا قبلہ وہی بنا دیتے ہیں جو آپ چاہتے ہیں۔ اس وقت قبلہ بھی تبدیل ہو گیا اور عنداللہ آپ کی وجاہت کا اظہار بھی ہو گیا۔ پھر تحویل قبلہ پر اعتراضات کے جوابات دیئے اور واضح فرما دیا کہ یہود اچھی طرح جانتے ہیں کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ بیت اللہ ہی ہوگا۔ لیکن یہ ضد کی بناء پر یہ باتیں بنا رہے ہیں۔ پھر اہلِ ایمان پر واضح فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے تم میں بہترین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے ایسے ہی تمھارا قبلہ بھی بہترین ہے۔

اہلِ ایمان سے خطاب:

چونکہ قبلہ کی تبدیلی اس چیز کا اعلان تھی کہ اب دنیا کی امامت بنی اسرائیل سے لیکر بنی اسمٰعیل کے سپرد کر دی گئی ہے، اس لیے پھر اہلِ ایمان کو تلقین فرمائی کہ ذکر، شُکر، صبر اور بندگی الٰہی کا راستہ اختیار کریں۔ یہ سودا سراسر فائدے کا سودا ہے۔ اس راہ میں اگر کوئی قتل بھی ہو جائے تو ہم اسے حیات ابدی عطا کر دیں گے۔ تمھاری آزمائش ضرور ہوگی۔ لیکن جو استقامت کا مظاہرہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا۔ جیسے حضرت ہاجرہ نے جب راہِ حق پر استقامت دکھائی تو جن پہاڑوں کے درمیان وہ دوڑی تھیں ہم نے صفاء اور مروہ کی ان پہاڑیوں کو اپنی نشانی بنا دیا۔ ان

لوگوں کے مقابلے میں جو لوگ حق کو چھپائیں گے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برسے گی۔

عقیدہ توحید کا اثبات:

پھر آیت نمبر ۱۶۳ سے عقیدہ توحید کو بیان فرمایا کیونکہ ذاتِ الٰہی سے وابستگی ہی ہر نیکی کی بنیاد ہے تو واضح فرمایا کہ کائنات کا نظام عظمت الٰہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جو ایمان والے ہیں وہ تو ہر چیز سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں لیکن مشرک اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا دیتے ہیں۔ پھر وہ بُتوں سے اس طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہیے۔ لیکن قیامت کے دن انھیں اپنے اس رویے پر سخت ندامت ہوگی۔ پھر یہ واضح فرمایا کہ حلت وحرمت کا اختیار بھی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ مشرکین نے اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی جن حلال کردہ چیزوں کو حرام کیا ہوا ہے ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تو اے لوگو! ان تمام چیزوں کو کھاؤ جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا، وہی چیزیں حلال اور طیب ہیں۔ مشرکین کا المیہ یہ ہے کہ یہ دلیل کو چھوڑ کر آباء پرستی میں مبتلا ہیں اور یہ حق کے مقابلے میں اپنے آباء کی پیروی کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ آباء پرستی کا مطلب ہے حق کے مقابلے میں آباء واجداد کی پیروی کرنا، جبکہ ائمہ کی تقلید قرآن وسنت کی ہی پیروی ہے، فہم کے اختلاف سے ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن تمام ائمہ قرآن وسنت کی روشنی میں یہی اعتدال کرتے ہیں۔ پھر واضح فرمایا کہ مشرکین نے خواہ مخواہ حلال چیزوں کو حرام کر رکھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو وہ حرام نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے خنزیر،

بہتا ہوا خون، مردار اور اس جانور کو حرام کیا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے۔ یہاں تمام حرام چیزوں کا تذکرہ مقصود نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کا ذکر مقصود ہے جو حرام تھیں لیکن مشرکین انھیں حرام نہیں سمجھتے تھے۔ اس طرح سے واضح ہوتا ہے کہ توحید کا لازمی تقاضا یہ بھی ہے کہ حلت و حرمت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس مانا جائے۔ جو اس حقیقت کو چھپائے گا وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا اور آگ اس کا ٹھکانہ ہوگی اور حق کا انکار وہی کرتا ہے جو انا پرست اور ہٹ دھرم ہوتا ہے۔

پہلی تراویح کی تلاوت کا مفہوم ختم ہوا اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کا فہم صحیح نصیب فرمائے اور دارین کی برکتوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ رسولہ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔ کثیراً کثیراً دائما ابدا

☆……☆……☆……☆

دعوت الی الخیر میں ہمارے رفقا

- سید کاظم حسین شاہ (لیک سٹی)
- محمد حنیف سندھو (خیابان امین)
- حافظ محمد اختر صاحب (UK)
- حاجی عبدالجبار (سمن آباد)
- چوہدری محمد سرور (ریورویو)
- ملک محمد سرور (سبزہ زار)
- محمد ندیم (میسرز فاسٹ آٹو میشن)
- شاہد حمید (حسن ٹاؤن)
- حاجی منظور احمد (سمن آباد)
- حاجی لیاقت علی (بورے والا)
- عبدالرزاق کیفی (لالہ زار)
- حاجی محمد شہزاد جراح (ڈھولنوال)
- فہد نبی (لالہ زار)
- عبدالباسط (لالہ زار)
- محمد اشفاق گوندل (نواب ٹاؤن)
- محمد فاروق قادری (گرین ٹاؤن)
- حافظ محمد عرفان نورانی (سمن آباد)
- حافظ محمد عاصم قادری (لالہ زار)
- ملک ارشد اعوان (جوبلی ٹاؤن)
- محمد محسن (سمن آباد)
- غلام رسول (ایڈووکیٹ)
- یسن چوہدری (چکوال)
- محمد آصف اعوان (لالہ زار)
- حافظ محمد عمر شہزاد (لالہ زار)
- چوہدری محمد اعجاز (ے نیوز)
- محمد نعیم (میسرز سینٹ اینڈ سیلرز)

السنہ فاؤنڈیشن
9-چمن زار سٹریٹ، لالہ زار فیز II، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور۔ پاکستان
☎ 0304-4090473